[۸] بہت سے لوگ کوئی خاص کام کاج نہیں کرتے، البتہ کھانا خوب ڈٹ کر کھاتے ہیں۔ دعوتیں اڑانا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ صرف کھانے کے لیے زندہ ہوں۔

کھانا پینا انسانی ضرورت ہے، اس سے اجتناب ممکن نہیں، البتہ اعتدال بہت ضروری ہے۔ آپ نے ضرورت سے زیادہ ایندھن جسم کو فراہم کر دیا اور اُسے جزو بدن بنانے کے لیے کوئی کام یا مشقت کر کے اخراج کا راستہ پیدا نہیں کیا تو یہ فالتو اجزاء چربی بن جائیں گے جو گوشت کو ختم کرنا شروع کرے گی، خون کا راستہ تنگ کرتی جائے گی، پیٹ میں تو ند نمودار ہوگا، ہڈیاں چھوٹی ہونا شروع ہو جائیں گی، دل کے لیے جسم کو خون مہیا کرنا مشکل تر ہوتا جائے گا، خون لے جانی والی شریانیں اور وریدیں تنگ ہو جائیں گی اور آپ پہلے قدم کے طور پر بلڈ پریشر کے درجے میں قدم رکھیں گے، پھر اگلا مرحلہ ہارٹ اٹیک کا ہوتا ہے۔ آپ کوئی ورزش نہیں کر رہے ہیں تو اس سٹیج پر آ کر آپ مجبوراً کچھ کرنا چاہیں بھی تو ضعف کی وجہ سے کر نہیں سکیں گے۔ انسان گوشت پوست کا ایک لوتھڑا بن جائے گا۔ جو طاقت اس نے مال ومنال کو ضائع کر کے جسم کو مہیا کی تھی، اس کے لیے وبال جان بن جائے گی۔ اب وہ دواؤں کا سہارا لینے پر مجبور ہو جائے گا۔ ایک طرف بکثرت کھانے کی وجہ سے مال کم ہوگا، دوسری طرف اس کی روک تھام کے لیے بھی مال خرچنا پڑے گا۔

سید ولد آدم ﷺ نے بکثرت روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے اسے ''ڈھال'' قرار دیا ہے۔ روزے کو اخلاق وکردار کی اصلاح کے لیے اکسیر فرمایا'' اور روزے کی وجہ سے خالی معدے سے اٹھنے والی بظاہر ناگوار بُو کو بھی درگاہ الٰہی میں کستوری سے بیش قدر جتلایا ہے۔ ایمان وخلوص کے ساتھ اس عمل کی انجام دہی پر خاص خزانہ الٰہی سے اجر بیکراں کی نوید سنائی ہے۔''

دیکھئے: [صحیح بخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم ۴/۱۲۵]

حکماء واطباء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ دوزخ اور اس کے اسباب سے بچانے میں ڈھال کی طرح ہونے کے علاوہ جسمانی امراض سے بچانے میں بھی ''ڈھال'' کی طرح مؤثر ہے۔

آپ بسیار خوری کرنے اور اس کا تدارک دواؤں سے کرنے کے بجائے نفلی روزے رکھیں، بیماریاں اپنی موت آپ مر جائیں گی۔ کوئی دوائی لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ رات کو کثرت سے نمازیں پڑھیں، آپ کی ورزش ہو جائے گی، صحت بحال رہے گی۔ آپ اہل وعیال کے لئے حلال رزق کمانے کی خاطر کھیتوں میں محنت مشقت کریں، آپ کی دولت آپ کے پاس محفوظ رہے گی۔ ان عوامل کو طب نبوی اور اسلامی احکام کی روشنی میں دیکھیں۔ ایک طرف آپ کا اللہ خوش، دوسری طرف آپ کی صحت سلامت، تیسری طرف آپ کے عزیز واقرباء مطمئن، چوتھی طرف آپ کا مال محفوظ۔

اللہ پاک ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

تربیت اسلامی، قسط:8

نوجوان نسل کی بے راہروی اور اس کا علاج

محمود اسماعیل السلمانی

8۔ ایذارسانی اور اس کا علاج: ایذارسانی کے بہت سارے اسباب ہو سکتے ہیں۔

1- ان میں سے حسد بنیادی سبب ہے۔جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

(الف) قول وعمل میں یگانگت کی وجہ سے کسی کو قدر ومنزلت حاصل ہوتی ہے تو حاسد جلتا ہے کہ اس شخص کی اتنی عزت افزائی کیوں ہو رہی ہے؟ حاسد سے باعزت لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور اکثر اوقات خود حاسد کی عزت مجروح ہو جاتی ہے۔

(با) نیکی وصلاح اور ماں باپ واساتذہ کی فرمانبرداری کی وجہ سے لوگ کسی کی عزت وتکریم کرتے ہیں۔ان وجوہات کی بناء پر حاسد اندر سے جل رہا ہوتا ہے اور وہ موقعہ کی تلاش میں ہوتا ہے تاکہ اس کی تذلیل وتحقیر میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔

(جیم) ذہانت وفطانت کی دولت سے مالا مال طالب علم اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر امتحان اعلی نمبروں سے پاس کر لیتا ہے، تو حاسدین خود محنت کرنے کے بجائے اس کی تذلیل وتحقیر کرتے ہیں، بلکہ بُرے القاب دیتے اور گالی گلوچ پر بھی اتر آتے ہیں، اس طرح حاسد اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔

بے شمار حربوں کے ذریعے حاسد اپنے حسد کی آگ بجھانے کے لیے شریف لوگوں کو غلط راستوں پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔مثلاً سگریٹ، چرس وغیرہ کا عادی بنانا، چوری چکاری کرانا، زناکاری اور لواطت جیسے ملعون فعل کا ارتکاب کرنا اور کرانا، موسیقی اور گانے کی عادت ڈالنا وغیرہ، تاکہ شریف آدمی بگڑ کر معاشرہ کے لیے ناسور بن جائے۔اس مقصد کے لیے ایسے ایسے حربے اختیار کرتے ہیں جن سے بچنا سادہ لوح انسان کے لئے مشکل ہوتا ہے۔

2۔ وراثتی ایذارسانی: کچھ لوگوں کو ایذارسانی وراثت میں ملی ہوتی ہے، یہ لوگ اپنے بچوں کو سمجھاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں کہ مدمقابل کو کسی طرح پچھاڑ دو، روہانسی منہ لے کر مت آؤ بلکہ کاری ضرب لگاؤ، جتنا جرمانہ ادا کرنا پڑے دیدیں گے۔اس خوفناک تعلیم کی وجہ سے بچے کے اندر شیطانی غرور پنپتا ہے اور وہ ہر کسی کو تکلیف پہنچا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔

3۔ ذات پات کا نظریہ: بعض لوگ ذات پات کے ہندوانہ نظریے کو بنیاد بنا کر اپنے علاوہ دوسروں کو نیچ ذات تصور کر کے دوسرے شریف لوگوں کی عزت افزائی برداشت نہیں کر پاتے، ایسے لوگوں کا ہر حربہ ذلت آمیز ہوتا ہے۔

علاج: آیئے! ایذارسانی کے ان موذی امراض سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچا کر عنداللہ سرخرو ہوں اور

معاشرہ کے ہر فرد کی آنکھ کا تارا بن کر ابھریں۔

یاد رہے کہ تمام روحانی ونفسیاتی بیماریوں کے علاج کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے''قرآن وحدیث کی اتباع''

1۔ قرآن وحدیث نے ایسے مریضوں کے لیے جو علاج بتلائے ہیں وہ اپنی جگہ مسلم اور مبنی برحقیقت ہیں لیکن اس کے لیے آپ کو ایثار وقربانی اور برداشت جیسی صفات اختیار کرنا پڑیں گے۔

ایثار وقربانی کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خاطر اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھے اور ''المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یحقره ولایسلمه'' ''مسلمان ایک دوسرے کا بھائی ہے لہذا اس پر ظلم نہ کرے، نہ اس کو حقیر جانے اور نہ اس کو دشمن کے حوالہ کردے'' (مسلم: حدیث ۶۵۴۰) کی نبوی تعلیم اور ﴿انما المؤمنون اخوة فأصلحوا بين أخويكم﴾ ''مؤمن لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا تم ان کے آپس کے جھگڑوں میں تصفیہ کرلیا کرو'' (الحجرات: ۱۰) کی قرآنی تعلیم کو ہر حال میں اپنے ہاتھ سے جانے نہ دے، اس کے لیے دوسری صفت برداشت خضر راہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے بزبان لقمان علیہ السلام ان کے بیٹے کی نصیحت کو یوں بیان فرمایا ﴿واصبر على ما أصابك ان ذلك من عزم الأمور﴾ ''اے بیٹے: جب تم پر کوئی مصیبت پہنچے تو برداشت کرلینا یقیناً صبر کا دامن تھامے رکھنا عزم وہمت کا کام ہے'' (لقمان: ۱۷) اس صبر کا بہت بڑا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرات وبشر الصابرين الذين اذا أصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون أولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة وأولئك هم المهتدون﴾ ''ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری ضرور آزمائش کریں گے، کبھی دشمن کے ڈر سے، کبھی بھوک و پیاس سے، کبھی مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے، جنہیں جب کبھی مصیبت پہنچتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ''ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' ایسے لوگوں پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں'' (البقرۃ: ۱۵۵۔۱۵۷) انہی نعمتوں کی وجہ سے اللہ کے نبی ﷺ نے صبر کو روشن چراغ سے تشبیہ دی: (الصبر ضياء) (مسلم حدیث: ۳۸۸)

2۔ ایذا رساں شخص کسی کو ایذا پہنچانے سے پہلے اپنے ضمیر کی پکار کو سن لے، کیونکہ اس کی ضمیر اس کو جھنجھوڑ رہی ہوتی ہے کہ کسی دوسرے کی عزت پر حملہ کرنے سے تمہاری عزت کسی صورت نہیں بڑھتی بلکہ گراوٹ کا شکار ہو جاتی ہے، عزت ووقار عملی طور پر دوسروں کی عزت کرنے میں پنہاں ہے، اسی کو تواضع کہتے ہیں اور جو تواضع کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرماتا ہے فرمان نبوی ہے (وما تواضع أحد لله الا رفعه الله) (مسلم حدیث: ۶۷۸۹)

3۔ ایذا رساں شخص کو سوچنا چاہیے کہ ایک ایسی ذات بھی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے جس کی طاقت اور قوت کا اندازہ کسی کو نہیں ہے وہ ذات اس شخص کو ذلیل وخوار کر کے چھوڑے گا اگر اس بری عادت سے باز نہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(یامعشر من أسلم بلسانه ولم يفض الايمان الى قلبه لاتؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم ومن يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله) ''اے زبان سے اسلام کا دعوی کرنے والو حالانکہ ابھی ایمان کی حلاوت ان کے دلوں میں سرایت نہیں ہوئی ہے تم لوگ مسلمانوں کو تکلیف مت پہنچاؤ اور نہ عیب جوئی کرو اور نہ ان کے عیبوں کے پیچھے لگے رہو، بالفرض کسی نے ایسا کیا تو اللہ تعالی اس کے پیچھے پڑے گا جب اللہ اس کے پیچھے پڑے گا تو اسے ذلیل وخوار کر کے چھوڑے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے بیچوں بیچ چھپا رہے۔'' (الترمذی، البر ۸۳، مسند احمد ۵/۱۷۹)

اپنے بچوں کو حسد کی برائی اور اس کے انجام کے بارے میں تعلیم دیدیں، کیونکہ یہ ایسا موذی مرض ہے جو تمام نیکیوں کو کھا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے(اياكم والحسد فان الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب) ''خبردار! حسد سے بچے رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے'' (ابوداؤد حدیث ۴۲۵۷) ایک اور موقعہ پر فرمایا(لا يجتمعان في قلب عبد الايمان والحسد) ''کسی دل میں ایمان اور حسد دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے'' (نسائی حدیث ۳۰۵۸) اس لیے کہ ایمان کا نتیجہ جنت ہے اور حسد کا انجام جہنم، جیسا کہ اس حدیث کے مفہوم سے ظاہر ہے۔

4۔ اسلام ایک امن پسند دین ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد جو کوئی دوسرے مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت نہ کرے بلکہ اس میں خیانت کرے، کسی کی عزت کا خیال نہ رکھے بلکہ بےعزتی پر اتر آئے تو جرم کے اعتبار سے اسلام نے حدود، تعزیرات اور قصاص وغیرہ لازم ٹھہرایا ہے تاکہ دین اسلام کے پیروکاروں کا معاشرہ امن واخوت سے ہمکنار ہو۔

(۱) چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزآء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم﴾ ''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔ یہ اس جرم کی سزا ہے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا۔ یہ عذاب اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالی قوت وحکمت والا ہے۔'' (المائدة: ۳۸)

(۲) اگر کوئی شخص معاشرے کو بدکاری سے آلودہ کرے، یا کسی باعزت شخص کو اس گناہ میں گھسیٹ لے تو ایسے لوگوں کے لیے اسلامی شریعت نے دو مختلف سزائیں تجویز کی ہیں۔ اگر غیر شادی شدہ ہوں تو سو کوڑے کی سزا رکھی گئی۔ ارشاد

باری ہے: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طآئفة من المؤمنين﴾ ''زنا کار مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونا چاہیے۔'' (النور : ۲)

اگر اس جرم کا ارتکاب شادی شدہ کریں، تو اسلام نے رجم (سنگساری) کی سزا مقرر کی ہے۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتا ہے (أتى رجل رسولَ الله ﷺ وهو في المسجد فناداه فقال: يارسول الله: اني زنيت، فأعرض عنه فردد عليه أربع مرات، فلما شهد على نفسه أربع شهادات دعاه النبي ﷺ فقال: أ بك جنون؟ قال: لا، قال: فهل أحصنت؟ قال: نعم، فقال النبي ﷺ اذهبوا فارجموه) ''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ علیہ الصلاۃ والسلام مسجد میں تھے، اس نے پکارا کہ اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اعراض فرمایا۔ ہر بار وہ اقرار کرتا رہا۔ جب اس شخص نے چار مرتبہ بدکاری کا اقرار کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے پوچھا: کیا تم پاگل ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے سوال کیا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: ہاں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور سنگسار کرو۔'' (متفق عليه)

اگر کسی شخص کو قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر زبردستی بدکاری میں گھسیٹا جائے تو اس صورت میں اس مجبور پر حد قائم نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: (رفع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه) ''میری امت سے غلطی، بھول چوک اور زبردستی کرائے گئے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔''

(۳)۔ ایذا رسانی کی ایک نوعیت ایسی ہوتی ہے جس سے دوسرے کا مال ضائع ہوجاتا ہے اس صورت میں ایذا رساں شخص کو مجرم ٹھہرا کر مال کا عوض لیا جاتا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت عمدہ کھانا پکایا کرتی تھی، ایک دن انہوں نے اپنے خادم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیا، ان کی غیرت بھڑکی اور ہاتھ مار کر کٹورا گرادیا جس پر برتن ٹوٹا اور کھانا بھی گرا، رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے اس برتن کو جوڑنے اور کھانا اٹھا کر ڈالنے لگے کہ برتن کے عوض برتن اور کھانے کے عوض کھانا دینا ہوگا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پچھتا گئیں اور ٹوٹا ہوا برتن رکھ کر صحیح وسالم برتن بطور جرمانہ خادم کے ساتھ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھیجدیا۔ (ابن ماجہ، حدیث ۲۳۲۵)

(۴)۔ جان اور اعضاء کا قصاص لیا جاتا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿وكتبنا عليهم فيها أن النفس بالنفس والعين بالعين والأنف بالأنف والأذن بالأذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به

فهو كفارة له ومن لم يحكمْ بمٓا أنزل الله فأولئك هم الظالمون ﴾ ''اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔ پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو یہی اس کے لیے کفارہ ہے، اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کریں وہی ظالم ہیں۔'' (المائدۃ: ۴۵)

علماء اصولیین نے لکھا ہے کہ پچھلی شریعت کا حکم اگر اللہ تعالی نے برقرار رکھا ہے تو ہمارے لیے بھی اس پر عمل کرنا ضروری ہے اس آیت میں بیان کردہ حکم غیر منسوخ ہے۔ اس لیے یہ بھی شریعت اسلامیہ ہی کے احکام ہیں (تفسیر صلاح الدین یوسف. مطبع مجمع ملک فهد سعودی عرب)

فرمان الٰہی ہے ﴿یاأیها الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والأنثی بالأنثی فمن عفی له من أخیه شئ فاتباع بالمعروف وأداء الیه باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمة فمن اعتدی بعد ذلک فله عذاب الیم﴾ [البقرۃ: ۱۷۸] ''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔ آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے۔ ہاں جس کسی کو اس کے (مظلوم) بھائی کی طرف سے معافی دی جائے، وہ بھلائی کے ساتھ اس کا تقاضا کرے اور اس (مجرم) کو آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنا پڑیگا۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے یہ سہولت اور رحمت ہے۔ اس کے بعد جو شرعی حد سے تجاوز کرے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

آیت مذکورہ میں معافی کی دو صورتیں ہیں: (۱) مجرم کی مالی یا نفسیاتی حالت پر رحم کرتے ہوئے بغیر کسی مالی معاوضہ کے' صرف رضائے الٰہی کے لیے معاف کر دینا۔ (۲) قصاص کے بجائے دیت قبول کرنا۔ اس صورت میں مجرم کو چاہیے کہ مظلوم کی عطا کردہ رعایت اور رحمدلی کو احسان سمجھتے ہوئے دیت کی ادائیگی میں ٹال مٹول یا مزید رعایتوں کا تقاضا کر کے ان ستم رسیدہ لوگوں کو تنگ کرنے پر نہ اتر آئے بلکہ خوش دلی سے پوری پوری دیت اولین فرصت میں ادا کر دے۔

یہ رعایت کا طریق کار مختلف ادوار اور نفسیاتی کیفیت کے انسانوں کی حالتوں کے پیش نظر دین فطرت کی طرف سے سہولت ہے، لیکن جب معاشرے میں بے راہروی اور انتہا پسندی کا رجحان بڑھنے لگے تو اسے لگام دینے کے لیے قصاص سے بڑھ کر کوئی علاج کارگر نہیں۔ اسی لیے اللہ احکم الحاکمین نے قصاص لینے کو ہی مجرمانہ ذہنیت کے سد باب کے لیے تریاق قرار دیا ہے۔ فرمان ہے: ﴿ولکم فی القصاص حیوٰة یاولی الالباب لعلکم تتقون ﴾ [البقرۃ: ۱۷۸] کیونکہ ایک قاتل کا سر جب کھلی فضا میں قلم کیا جاتا ہے تو معاشرے کے ہر انتہا پسند اور دہشت گرد کے دل میں خوف کا احساس جنم لیتا ہے کہ اگر میں نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو میرا بھی وہی حشر ہوگا جو اس قاتل کا ہوا ہے۔ دوسری طرف کمزور اور غریب طبقے کے افراد

کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے، انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اگر کسی نے ان بے چاروں کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا تو وہ عبرت ناک سزا سے دوچار ہوگا، اس طرح معاشرہ امن واخوت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ آج بھی سعودی معاشرے میں کیا جا سکتا ہے۔ کاش دوسرے اسلامی ممالک بھی اسلامی حدود کا نفاذ کر کے اپنے عوام کو یہ پرسکون زندگی مہیا کر سکیں۔

(۵)۔ ایسی مسلح جماعت جو دین، اخلاق، نظام اور قانون کو چیلنج کرتے ہوئے دہشت گردی پھیلائے، خون خرابہ کرے، لوگوں کا مال چھینے اور عصمت دری کرے، جانوروں کی نسلوں اور کھیتوں کو برباد کرے۔ یہ تمام بری صفتیں بھی اولاد کی صحیح تربیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ یہ دہشت گردی اور ڈاکہ زنی جہاں منظم گروہ سے سرزد ہوتی ہے وہاں ایک مسلح فرد سے بھی ممکن ہے۔ دہشت گردی اور ڈاکہ زنی بہت بڑے جرائم ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالی نے ان کی سزا ان الفاظ میں سنادی ﴿انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا أن یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع أیدیهم وأرجلهم من خلاف أو ینفوا من الأرض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم﴾ ''جو اللہ تعالی اور اس کے رسول سے جنگ لڑیں، اور زمین میں فساد کرتے پھریں، ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ ہے ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب تیار ہے'' (المائدہ: ۳۳) عکل اور عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ آئے، انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ سے باہر جنگل میں بھیج دیا جہاں صدقے کے اونٹ تھے اور ان کو اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا جب یہ لوگ ٹھیک ہو گئے تو انہوں نے اونٹوں کے رکھوالوں کو اذیت دیکر قتل کیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی تو ان کے پیچھے آدمی دوڑا دیے جو انہیں اونٹوں سمیت پکڑ لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور قصاص ان دہشت گردوں کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے کاٹ ڈالے، اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں، کیونکہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ پھر ان کو تپتی دھوپ میں ڈال دیا حتی کہ وہیں مر گئے۔ (متفق علیہ، تفسیر ابن کثیر ۲/۵۰۔۵۴)

اسلامی مملکت کا خلیفہ یا قاضی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ چار سزاؤں میں سے جو بھی سزا مناسب ہو، نافذ کرے، یعنی جرائم کے اعتبار سے بالترتیب مذکورہ سزائیں دے۔ (فقہ السنہ ۲/۴۱۶۔۴۲۸)

(د) **تعزیراتی سزائیں**: تعزیر کے معنی جسمانی، مالی یا نفسیاتی سزا کے ذریعے کسی خطاکار کی تنبیہ کرنا اور ممکنہ حد تک شدید احساس دلانا ہے۔ تاکہ وہ اس طرح کے جرائم کا اعادہ نہ کرے۔ شرعی قاضی کے پیش نظر گناہ کی چار اقسام ہوتی ہیں:

۱۔ ایسا گناہ جس میں قصاص ہے۔ جیسے قتل ناحق۔

۲۔ ایسا گناہ جس میں حد ہے۔ جیسے چوری۔

۳۔ ایسا گناہ جس میں کفارہ ہے جیسے بحالت روزہ یا بحالت احرام اپنی بیوی سے مباشرت کرنا۔

۴۔ ایسا گناہ جس میں نہ حد ہے اور نہ کفارہ، ایسے گناہوں کے لیے شریعت نے تعزیری سزائیں تجویز کی ہیں، جو حاکم کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ گناہ کی نوعیت کے پیش نظر تعزیری سزائیں نافذ کرے۔ یہ سزائیں کوڑے کی صورت میں بھی ہو سکتی ہیں، جیسے بخاری و مسلم میں ہے (أن رسول الله ﷺ قال: لاتجلدوا فوق عشرة أسواط الا فی حد من حدود الله تعالی) ''بطور تعزیر دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں سوائے حدود اللہ کے'' (متفق علیہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بطور تعزیر مجرم کا سر منڈواتے تھے۔ ملک بدر بھی کرتے تھے اور مارتے بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں ایک کوڑا رکھتے تھے جس کے ذریعے غلط کاروں کو مارتے تھے اسی طرح آپ نے مجرموں کے لیے جیل خانے بھی تعمیر کروائے۔

تعزیر ڈانٹ ڈپٹ و نصیحت، مار پیٹ، قید، ملک بدر، سوشل بائیکاٹ اور جرمانے وغیرہ کی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (أتی النبی ﷺ بمخنث قد خضب یدیه و رجلیه بالحناء فقال: مابال هذا؟ فقالوا: یتشبه بالنساء فأمر به فنفی الی البقیع فقالوا یارسول الله، نقتله؟ فقال: انی نهیت عن قتل المصلین) ''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہیجڑے کو لایا گیا جس نے اپنے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگایا تھا☆ آپ ﷺ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ عورتوں سے مشابہت اختیار کرتا ہے، آپ ﷺ نے اسے بقیع کی طرف نکال دینے کا حکم دیا، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہم اسے قتل کریں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے نمازیوں کے قتل سے روکا گیا ہے'' (ابو داؤد، ٤٠٢٨) اس حدیث سے ملک بدری ثابت ہوتی ہے۔

☆ ''مخنث'' کے دو معانی ہیں: مذکورہ بالا قسم قابل رحم ہے، مستوجب سزا نہیں۔ البتہ پہلے یہ خواتین کے پاس بلا تکلف آیا کرتے تھے، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے منع کرتے ہوئے فرمایا: (لا یدخلن هؤلاء علیکن) (بخاری کتاب اللباس ۱۰/۳۴۶ عن ام سلمة)

اور دوسرا معنی: ایسا مرد ہے جو بطور فیشن زنانہ انداز اختیار کرتا ہو۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر آدمی دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے: لعن رسول الله ﷺ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوهم من بیوتکم. (بخاری کتاب اللباس ۱۰/۳۴۶) اور دوسری روایت سے ''المخنثین'' کا معنی بھی واضح ہے: ''لعن ﷺ المتشبهین بالنساء من الرجال'' (بخاری ۱۰/۳۴۵) علاقہ بدر کرنے کی سزا اور لعنت اس قسم کے فیشن پرستوں کے لئے ہے۔ لہذا احادیث بالا کے ترجمے میں ''ہیجڑے'' کا لفظ محل نظر ہے۔ واللہ اعلم (عبد الوہاب)